شاہ بلیغ الدین

اسدُ اللہ و اسدُ الرّسول

سیّد الشہدا حضرت امیرِ حمزہ رضی اللہ عنہ

حضرت امیر حمزہؓ کو ان کی جوانی میں لوگ دیکھتے تو بے اختیار اقبال کی زبان میں پکار اٹھتے ؎

وہی جواں ہے قبیلے کی آنکھ کا تارہ — شباب جس کا ہے بے داغ ضرب ہے کاری
اگر ہو جنگ تو شیرانِ غاب سے بڑھ کر — اگر ہو صلح تو رعنا غزالِ تاتاری،

وہ اونچے پورے بڑے سکلے جبڑے کے آدمی تھے۔ جسم کسرتی تھا اور قوت اس بلا کی تھی کہ بڑا بڑا تنومند ان کے مقابلے پر آتا تو چیں بول جاتا۔ بنو ہاشم میں کوئی ان کے مقابل کا بہادر، جری، نڈر نہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ کسی اور نے نہیں اللہ کے رسول نے انہیں اسدُ اللہ اور اسد الرّسول کا خطاب دیا تھا۔ اپنے دور کے مانے ہوئے پہلوان بھی تھے۔ گھڑسوار بھی اور بے تکان تلوار چلانے والے تھے۔ میدانِ جنگ میں نکلتے تو دونوں ہاتھوں میں تلوار ہوتی، مقابل پر جھپٹتے تو دونوں ہاتھوں سے تلوار چلاتے۔ حریف انہیں دیکھ کر ہی سہم جاتا اور جب وہ سر پر پہنچ کر وار کرتے تو دشمن کی سٹی گم ہو جاتی۔ یہ شان تو اللہ تعالیٰ نے انہیں آہن پیکر اور فولاد شکن بنا کر دی تھی۔ نہ ان کے بھائیوں میں کسی کو نصیب ہوئی، نہ ان کے بھائیوں کی اولاد میں کسی کو یہ دم خم ملا۔ بدر کی فتح میں ان کے دست و بازو کا جوہر ایسا چمکا کہ اللہ جلّ جلالہ نے مجاہدوں سے تین گنا بڑی فوج کو سرنگوں کر دیا۔ یہی حال ان کا احد میں بھی تھا۔ یہ شیر بیشۂ شجاعت ہی تھا جس نے جنگ کا پہلا معرکہ سر کر لیا تھا۔ مشرکین مکہ کے سب سے بڑے پہلوان سباع غبشانی کو سر سے اوپر اٹھا کر زمین پر پٹکتے وقت اگر چھپ کر پیچھے سے وحشی نے ان پر بھالا نہ پھینکا ہوتا تو نہ جانے ان کی شجاعت تاریخ اسلام میں اور کیا کیا معرکے سر کرتی۔ داستان امیر حمزہ کا کردار انہیں کو پیش نظر رکھ کر لکھا گیا۔ مولانا رومی نے ان کی شجاعت کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کے شوقِ شہادت کا تذکرہ کیا ہے۔

مثنوی معنوی میں ہے کہ جوانی میں وہ جب بھی میدانِ جنگ میں نکلے۔ زرہ پہن کر نکلے تھے۔

اسلام لانے کے بعد انہوں نے زرہ پہننی چھوڑ دی تھی بلکہ سینہ سامنے سے کھلا رکھتے تھے۔

کسی نے ان سے پوچھا ـــــ آپ کی عمر بڑھتی جا رہی ہے اور جوانی ڈھلتی جا رہی ہے تو آپ اپنی جان کی طرف سے اتنے بے پرواہ کیوں ہو گئے ہیں؟ تلوار اور تیر کی آنکھیں تو نہیں ہوتیں! دشمن تو ویسے ہی آپ کی تاک میں لگے رہتے ہیں۔

شیر خدا اور شیر رسول سیدنا حمزہؓ نے فرمایا کہ ـــــ اسلام لانے سے پہلے جوانی میں سوچ یہ تھی کہ سب کچھ یہ دنیا ہے۔ اس کے مزے اس کے عیش و آرام موت کی وجہ سے ختم ہو جاتے ہیں اس لئے میں موت سے بچنے کی تدبیر کرتا تھا لیکن جب سے اپنے برگزیدہ بھتیجے کے ہاتھ پر ایمان لے آیا ہوں موت مجھے عزیز ہو گئی ہے۔ یہ بات خوب اچھی طرح ذہن میں بیٹھ گئی ہے کہ ـــــ یہ دنیا تو آخرت کی کھیتی ہے۔ یہ آنی اور فانی جگہ ہے۔ زندگی کی مدت ہی ہے ہی کیا؟ آخرت کی زندگی دائمی ہوتی ہے۔ سنو عزیزو! زرہ تو وہ پہنے جو موت سے ڈرتا ہو۔ مجھے تو موت جنت کی کنجی معلوم ہوتی ہے۔ اللہ کی راہ میں شہادت کی لگن کا مزہ جسے سمجھ میں آ جائے وہی میرے دل کا حال سمجھ سکتا ہے

میدان احد میں ان کی لاش کو دیکھ کر اللہ کے رسول تڑپ اٹھے تھے۔ وہ ایک ہی صحابی ہیں جن پہ اللہ کے رسول نے ستر دفعہ نماز جنازہ پڑھی۔ کون جانے اگر وہ زندہ رہتے تو احد کے دوسرے معرکے میں اللہ کے رسول زخمی بھی نہ ہوتے نہ دشمن جان ابن قمیئہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھ سکتا۔ کہ اللہ اور رسول کا شیر ان کی حفاظت پر چوکس رہتا تھا ـــــ کس جیالے نے موت پائی تھی جو بے نظیر اور بے مثال تھا۔ وہ نہ تھے تو طلحہ بن عبید اللہ، سعد بن ابی وقاص اور ابو دجانہ نے دشمنوں کا منہ پلٹ دیا۔ ؎ خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

ربیع الاول سے شمار کیجئے تو ہجرت کا پہلا سال تھا کہ معلوم ہوا شاہ عرب و عجم سفر پر تشریف لے جا رہے ہیں۔ کب؟ کہاں؟ کتنے دنوں کے لئے؟ کسی کو کچھ معلوم نہ تھا یہ پہلا موقع تھا کہ اللہ کے رسول اسلامی مملکت کے صدر مقام مدینے سے باہر تشریف لے جا رہے تھے۔ سب کا خیال تھا کہ ضرور کوئی اہم کام آپ کے ذہن میں ہوگا۔

اللہ کے رسول بطور پالیسی جہاد کے مواقع پر یہ نہ بتاتے تھے کہ آپ کس رخ سے کسی دشمن کے خلاف معرکہ آرائی فرمائیں گے۔

حضرت سعد بن عبادہ خزرج کے سردار تھے ۔ عجیب فضیلت ان کے حصے میں آئی تھی کہ اللہ کے رسول نے انہیں تاریخ اسلام میں پہلی مرتبہ مدینے میں اسلامی مملکت کا قائمقام سربراہ مقرر فرمایا تھا۔ حضرت امیر حمزہؓ کی خدمت میں بھی اللہ تعالیٰ نے بڑی بڑی فضیلتیں لکھی تھیں وہ اللہ کے رسول کے چچاؤں میں سب سے پہلے برملا ایمان لانے والوں میں سے تھے ۔ قرآن حکیم نے جنہیں السابقون الاولون فرمایا ـــ بالکل ابتدائی مسلمان ان میں شامل تھے ۔ اللہ کے رسول نے اللہ کی راہ میں پہلے جہاد پر جن مجاہدوں کو روانہ فرمایا ان کے سپہ سالار وہی تھے ۔ اور انہیں کو یہ شرف بھی حاصل ہوا کہ جنگ کا پہلا پرچم سرورِ کائنات نے انہیں عطا فرمایا ۔ یہ مسلمانوں کا پہلا سریہ تھا ۔ وہ جہاد جس میں صرف صحابہ کرام شریک تھے ۔ اب جو موقع آیا تھا وہ پہلے غزوے کا تھا ۔ اللہ کے رسول خود جہاد پر جا رہے تھے پھر یہ شرف سیدنا حضرت حمزہؓ ہی کو حاصل ہوا ۔ پہلے غزوے کا پہلا جنگی پرچم ابو عمارا امیر حمزہؓ کے سر پر بلند ہوا ۔ اس کے بعد بدر، احد، خندق اور خیبر کا مرحلہ آیا، جب اور صحابہؓ بھی اللہ کے رسولؐ کے علم بردار بنے ۔

مدینے سے آٹھ میل (دفاکوو) ودان پر مسلمانوں نے قیام کیا پھر آٹھ میل آگے ابوا کی طرف بڑھے اسی لئے اسے غزوۂ ودان یا غزوۂ ابوا کہا جاتا ہے ۔ ابوا ہی کے مقام پر سیدہ حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا کا مزار مبارک ہے ۔

مسلمانوں نے مشرکین قریش کے جس قافلے کے بارے میں سنا تھا کہ اسلحہ خرید کر مدینے پر غارت ڈالنے آنے والا ہے وہ تو نہ ملا ۔ لیکن اللہ کے رسول اپنے مجاہدوں کے ساتھ بنو ضمرہ کی بستی میں جا ٹھہرے ۔ خود بنی ضمرہ کے بادشاہ مخشی بن عمرو الضمری نے بھی یہ سمجھ لیا کہ اب خیر اسی میں ہے کہ اسلامی مملکت کو تسلیم کر لیا جائے ۔ اب تک مسلمانوں کے تین فوجی دستے مدینے کے اطراف چکر لگا چکے تھے ۔ پہلی بار امیر حمزہ کی سرکردگی میں، دوسری بار عبیدہ بن حارث کی قیادت میں، اور تیسری بار سعد بن ابی وقاص کی سپہ سالاری میں ! اب اللہ کے رسول بنفس نفیس نکلے تھے اس لئے دشمن قبیلے سمجھ گئے کہ مشرکین مکہ کے کہنے میں آکر مسلمانوں سے چھیڑ مناسب نہیں۔

اس موقع پر عمرو الضمری نے ہی اسلامی مملکت کو تسلیم کیا اور غیر جانبدار رہنے کا معاہدہ کر لیا ۔ اس طرح مدینے کی مملکت سے ملی ہوئی ایک اور بفر اسٹیٹ یا حاجز مملکت سے اسلامی مملکت کی دشمن کے راست حملے سے تحفظ مل گیا ۔ پہلا معاہدہ مجدی رئیس جہنہ سے سیدنا حضرت امیر حمزہؓ نے کیا تھا ۔ اللہ کے رسول نے یوں خارجہ حکمت عملی کی ابتدا فرمائی ۔